© rasailojaraid.com

سبق شاہین بچوں کو دے رہا ہے خاکبازی کا

محترم طارق حسین

بک شاپ پر مشنری اسکول میں پڑھنے والے ایک بچے نے سامنے رکھی ہوئی ایک تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ماما یہ بڈھا کون ہے؟" ماں جو انتہائی انہماک سے ایک فیشن میگزین کا مطالعہ کر رہی تھی، اس نے سرسری نظر اٹھا کر قائداعظم کی تصویر کی طرف دیکھا اور بولی "او جانی! یہ پاکستان کا ابراہم لنکن ہے۔"

یہ ہے ہماری نئی نسل جو اپنے شاندار ماضی سے بالکل بیگانہ ہوتی چلی جارہی ہے اور یہ وہ گہرے گھاؤ ہیں جن سے ہماری نسلوں کا مستقبل لہولہان ہو چکا ہے، یہ نسل اپنی تہذیب اور ثقافت کا جنازہ نکال چکی ہے، اپنی اقدار کا گلا گھونٹ چکی ہے، لیکن دوسری طرف ہماری ہی نسل کے وہ بچے بھی ہیں جو ٹاٹ اور دریوں پر بیٹھ کر اسلامی علوم حاصل کر رہے ہیں، جو دینِ اسلام کے محفوظ مستقبل کی ضمانت ہیں، آپ اپنی ان دونوں نسلوں کا موازنہ کیجیے، مشنری اسکولوں میں پڑھنے والے بچے اور دوسری طرف ملک و ملت، دین و ایمان، مشرقی روایات اور نبی کی سنت کو سینوں سے لگانے اور دلوں میں بسانے والے چشم و چراغ۔

ایک طرف وہ ہیں جو دینِ اسلام کی حفاظت اور ترویج کے کام میں مشغول ہیں مگر سب کی نظر میں بنیاد پرست اور ان پڑھ جاہل، اور دوسری طرف وہ جو مغربی پتلون میں ملبوس، جن کا ہر فعل اسلام کے منافی ہے، جو لبرل اور ترقی کی معراج پر ہیں۔ ایک طرف منبر، مسجد و محراب ہیں تو دوسری طرف چرچ اور صلیب کے سائے ہیں، اِدھر ٹوپی ہے تو اُدھر ٹائی ہے، اِدھر ٹوٹی پھوٹی چٹائیوں کے بچھونے ہیں تو اُدھر جدید ایئر کنڈیشنڈ کلاس روم ہیں۔

پوری دنیا کا میڈیا ایک ہی راگ الاپ رہا ہے۔ یہ گھنی ڈاڑھیوں اور لمبی عباؤں والے، یہ مدارس، منبر، مساجد والے، سب بنیاد پرست اور قدامت پرست ہیں اور کوئی یہ سوال کرنے کی جرأت نہیں کرتا کہ مدارس اور مساجد تو اللہ کے نازل کردہ دین کو محفوظ رکھنے اور اس کی نشر و اشاعت کے ذرائع ہیں، مگر ملک کے طول و عرض میں پھیلے وسیع اور خوب صورت عمارتوں میں قائم یہ بڑے بڑے مشنری اسکول کیا کر رہے ہیں؟ یہ امتِ مسلمہ کے مسلمان بچوں کو کیا بنا رہے ہیں؟ کوئی یہ پوچھنے کو تیار نہیں کہ یہاں یوسف "جوزف" علی "ایلن" اور یعقوب "جیکب" کس طرح بن جاتا ہے؟ چکا چوند روشنیوں کے اندر کتنا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے۔ یہاں نوخیز کونپلوں کو کس زہر سے مسموم کیا جارہا ہے؟ خوب صورت، مزین و مرصع تصاویر سے ان کے ذہنوں میں کیا اُنڈیلا جاتا ہے؟ یہ کوئی نہیں بتائے گا کہ کس طرح ایک منظم سازش کے تحت شاندار اسلامی تاریخ، عقائد اور دینی تعلیمات کو مسخ کیا جارہا ہے، قومی زبان کی تضحیک کی جاتی ہے، اسلامی شناخت اور قومی سالمیت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جارہا ہے۔ یہ آخر کیوں بتایا جائے؟ ہم خود دیکھ رہے ہیں کہ حصول آزادی کو ۵۶ برس بیت گئے، ہم آج تک مکمل طور پر اپنا نظامِ تعلیم تک قوم کو نہ دے سکے۔ ۱۴ اگست کو ہم نے آزادی تو حاصل کر لی مگر ہمارے افکار آج بھی اسیر ہیں، ہماری گردنوں میں آج تک غلامی کا پٹہ پڑا ہوا ہے۔

ہم خود سوچیں کہ ہم نے اپنی نئی نسل کو کیا دیا؟ ہم نے ان کی ذہنی اور فکری ساخت کو کن سانچوں میں ڈھالا؟ ان کے دامن میں مسلم تہذیب کے کتنے پھول ڈالے؟ مسلم قومیت کے کتنے ستاروں کو ان کا مقدر بنایا؟ اپنی ثقافت کی کون کون سی خوشبو ان کے وجود کا حصہ بنائی؟ لیکن ہمارے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاس شرمندگی کے چند الفاظ بھی نہیں ہیں جو اس موقع پر ہم کہہ کر سر ندامت سے جھکا سکیں۔

ہم نے ترازو کے پیمانے میں ہر چیز کو تول دیا، چاہے وہ ملت ہو، دین ہو یا ثقافت، گزشتہ ۲۵ سالوں سے ملک میں انگلش میڈیم اسکولوں کی وبا اس تیزی سے پھیلی کہ گلی کوچے بھر گئے۔ سٹی، لٹل، اینجلز، سکائی برڈز، بیکن، فیلکن، ڈیفوڈیز، ہوم کڈز، برائٹ ہیون، کیمبرج، آکسفورڈ اور عیسائی راہبوں اور راہبات کے ناموں سے منسوب نجی ادارے کینسر کی طرح پھیل گئے۔ فصلی بٹیروں کی طرح پھیلنے والے انگریزی اداروں کے علاوہ جو حقیقتاً انگلش میڈیم اسکول ہیں وہاں بھی پڑھایا جانے والا غیر ملکی نصاب ہمارے دینی، ملی تقاضوں اور نظریہ پاکستان کے یکسر خلاف ہے۔ یہاں ملک کے نونہالوں کو موسیقی سکھائی جاتی ہے، اسلام سے انہیں برگشتہ کر دیا جاتا ہے، مگر میں بھی خاموش ہوں، آپ بھی مہر بہ لب ہیں اور میڈیا بھی اندھا اور بہرہ ہو چکا ہے، کیونکہ یہ مدارس نہیں لبرل ازم کے علمبردار سیکولر ذہنوں کے خالق اسکولز ہیں۔

محترم عزیز ملک اپنی کتاب ''راول دیس'' میں لکھتے ہیں کہ گارڈن کالج میں کیمسٹری کے پروفیسر ڈبلیو جے ڈاونز تھے، ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ گزشتہ ربع صدی میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تبلیغ کی مشقت کے نتیجے میں آپ کے ادارے نے کتنے مسلمان طلبہ کو بپتسمہ دلایا؟ ڈاونز جھلا گیا اور تیور بگاڑ کر بولا ''یہ درست ہے کہ ہم کسی مسلمان کو عملاً اپنا ہم خیال نہیں بنا سکے مگر یہ بھی امر واقعہ ہے کہ جب وہ فارغ التحصیل ہو کر یہاں سے نکلتے ہیں تو وہ مسلمان بھی کب رہتے ہیں۔''

اسی طرح ڈاکٹر یونگ ادھور مشن کالج کے پرنسپل تھے، وہ ہندوستان مشن چرچ کے سربراہ بھی تھے، ان سے دریافت کیا گیا کہ تم لوگ جو مشن کالجوں اور اسکولوں پر اتنا پیسہ حرچ کر رہے ہو آخر اس کا حاصل کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ''یہ درست ہے کہ ہم طالب علموں کو عیسائی بنانے میں زیادہ کامیاب نہیں ہوئے، لیکن ہمارے پیش نظر صرف عیسائی بنانا نہیں ہے، ہم ان کو حتی الوسع مغربی تہذیب و تمدن اور افکار و تصورات سے متاثر کرنا چاہتے ہیں، اگر وہ عیسائی نہیں ہوتے تو کیا یہ کم کامیابی ہے کہ وہ صحیح معنوں میں مسلمان بھی نہیں رہتے۔ وہ بہر حال اپنی جگہ سے اکھڑ جاتے ہیں، اگر مشن یہ کام بھی کر لے تو اس پر صرف کیا ہوا روپیہ اکارت نہیں گیا۔'' لیکن ہمیں اس بحث میں الجھنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ کون سے یہ مشنری ادارے قدامت پسند ہیں یا بنیاد پرست ہیں؟

آج ملک و ملت کی خدمت کے نام پر پورے معاشرے میں لوٹ مار کا بازار گرم ہے، کیا ہم آگاہ نہیں کہ ہمارے اس تعلیمی نظام سے گزرنے کے بعد معصوم ذہن بالیدگی اور دین اسلام کے اعلیٰ تر مقاصد کو چھوڑ کر محض پیٹ کے محور میں گھومنے والے روبوٹ نما انسان بن جاتے ہیں؟ جو نام کے مسلمان ہوتے ہیں مگر ان کے اندر موجود مسلمان فوت ہو جاتا ہے۔ کیا یہ ہماری نئی نسل کا ثقافتی اور تہذیبی قتل نہیں جو ''اسلامیات'' کو محض ایک مضمون کی حیثیت سے ہی جانتی ہے؟ کیا یہ ناانصافی نہیں کہ اسلام کی ترویج کرنے والے اداروں کو پابند اور عیسائی اور یہودی نظریات کے مبلغ اداروں کو استحکام بخشا جا رہا ہے؟ کیا ہم نے کبھی اس نصاب کو بدلنے کے بارے میں سوچا ہے جو مشنری اسکول پڑھا رہے ہیں، جو قومی ملی اور اسلامی نظریات کے مخالف ہے۔

کبھی ہم نے بے روح، بے مقصد، قومی تقاضوں سے عاری نظامِ تعلیم کی طرف بھی توجہ دی ہے؟ اس نصاب کو بھی دیکھا ہے جو ہر گلی، ہر محلے میں بدل جاتا ہے؟ بلند و بانگ دعوے کرنے کے باوجود کبھی اس طبقاتی نظام تعلیم کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے جو معاشی ناہمواری کا سب سے بڑا سبب ہے؟ لیکن ان باتوں میں خواہ مخواہ سر کھپانے سے کیا فائدہ؟ کون سا یہ لوگ جاہل اور ان پڑھ ہیں؟ کیا سچائی یہی ہے کہ ایک طرف دل سوزی تو دوسری طرف دل لگی ہے۔ ایک کی فکر کا سرچشمہ علم وحی ہے تو دوسری خرافات ہیں، ایک طرف کتاب دل ہے تو دوسری طرف پیٹ کی مشکل۔ ایک طرف ''علم القرآن'' ہے تو دوسری طرف بطلیموس، سقراط، بقراط، ارسطو، افلاطون، گوئٹے، برگسان، سارتر، ڈیکارٹ، فرائڈ اور مارکس کے افکار کی بھرمار ہے، جو شکوہ علامہ کو تھا وہی مجھے بھی ہے، مگر جو فکر اقبال پر شیکسپیئر کو ترجیح دیں ان سے گلہ ہی کیا کہ:

شکایت ہے مجھے یارب خداوندانِ مکتب سے

© rasailojaraid.com